باب نمبر 5

فہم زکوٰۃ

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحٰتِ وَاَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ وَاَعْظَمَ شَانُہٗ وَاَتَمَّ بُرْہَانُہٗ کی حمد وثناء اور حضور اکرم نورِ مجسّم شفیعِ معظّم احمدِ مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر ودانش، اصحابِ محبت ومؤدّت نہایت ہی محتشم و معزز حضرات وخواتین!

ربِّ ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہِ رمضان المبارک کے عشرۂ رحمت

میں ایک نہایت پرُنور صبح میں ہم سب کو ادارہ صراط مستقیم کے فہم دین کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع ''فہم زکوٰۃ'' ہے۔

میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ ہم سب کو قرآن و سنت کا فہم عطا فرمائے اور قرآن وسنت پر عمل اور اس کے ابلاغ وتبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم سامعین!

آج کا موضوع بھی نہایت اہم موضوعات میں سے ہے چونکہ زکوٰۃ ارکان دین میں سے ہے اور قرآن مجید برہان رشید میں بار بار خالق کائنات جل جلالہٗ نے اُمت مسلمہ کو اس کا حکم دیا ہے۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنے دور میں جو اُن کی شریعت کے مطابق زکوٰۃ کا حکم تھا وہ اس زکوٰۃ کی طرف اپنی اپنی اُمم کو متوجہ فرماتے رہے۔

میں نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۷ آپ کے سامنے تلاوت کی:

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ

بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔

No doubt, those who accepted faith

and did good deeds

وَاَقَامُوْا الصَّلٰوةَ ۔ اور نماز قائم کی۔

and established prayer

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ ۔اور زکوٰہ دی

and paid the Zakat, (Poor-due)

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے۔

their reward is with their Lord

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم

and there is neither any fear nor any grief to them

خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے زکوٰۃ دینے والے کی عظمت کو بھی اُجاگر کیا اور خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کے نزدیک ان لوگوں کا جو اجر ہے اور جو حیثیت ہے اُس کو بھی اچھی طرح واضح فرما دیا۔

قرآن مجید برہان رشید میں دیگر اُمم کے لحاظ سے جو زکوٰۃ کا حکم تھا اُس کو ہم اس طرح ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

خالق کائنات جل جلالہٗ نے سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا تو جب خالق کائنات نے اُس گفتگو کو جو انہوں نے پنگھوڑے میں کی تھی بیان کیا اور پھر فرمایا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں یہ اعلان کر رہے تھے

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ میں اللہ کا بندہ ہوں' اُس نے مجھے کتاب دی ہے۔

وہاں اُن کے یہ بھی لفظ تھے:

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا (سورہ مریم، آیت ۳۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پنگھوڑے میں کہہ رہے تھے کہ اللہ نے مجھے برکت والا بنایا ہے اور خالق کائنات جلّ جلالہٗ نے مجھے نماز کا بھی حکم دیا ہے اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس وقت اپنے کردار کے لحاظ سے اور اللہ کی طرف سے اُن پر جو فرائض لازم کئے گئے تھے اُن کا تعارف کرواتے وقت نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا

ذکر کر رہے تھے۔

ایسے ہی قرآن مجید میں خالق کائنات جل جلالہٗ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے تو رب ذوالجلال کا اسی سورہ مریم کی آیت نمبر ۵۴ اور ۵۵ میں فرمان موجود ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا

کہ اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کتاب کے اندر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کریں۔ بے شک وہ وعدے کو سچا کرنے والے تھے اور وہ رسول نبی تھے۔

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

اور اُن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے اہل کو نماز کا بھی حکم دیتے تھے اور زکوۃ کا بھی حکم دیتے تھے۔

ایسے ہی سورۃ انبیاء کے اندر خالق کائنات جل جلالہٗ نے چند انبیاء یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ کرنے کے بعد خالق کائنات جلّ جلالہٗ نے ارشاد فرمایا:

(سورہ الانبیاء کی آیت نمبر ۷۳ ہے، پارہ ۱۷)

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً

ہم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کو امام بنایا۔

يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا

یہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

أَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ

ہم نے فعل خیرات کی ان کی طرف وحی کی۔

وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ

نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا ان کو ہم نے حکم دیا۔

تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی امم میں زکوٰۃ کا نصاب اور طریقہ کچھ مختلف تھا لیکن ہر دور کے اندر خالق کائنات جَلّ جَلالُہٗ نے سیرت کی تعمیر کیلئے انسانیت کو یہ حکم دیا اور اسی کی وجہ سے دلوں سے مال کی محبت کم ہوتی رہی۔ لالچ اور خواہش کا مرض ختم ہوتا رہا اور دل زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے شُستہ بھی ہوئے اور شائستہ بھی ہوئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا عظیم سرمایہ نصیب ہوتا رہا۔

محترم سامعین!

قرآن مجید میں اس سوچ کو بھی مسترد کر دیا گیا کہ جب انسان یہ خیال کرتا ہے کہ میں نے بڑی محنت کے ساتھ مال اکٹھا کیا تو اب میں بغیر کسی عوض کے کسی اور کو دے دوں یہ کیسے ہوسکتا ہے یا اس میں میرا بڑا خسارہ ہے۔ تو خالق کائنات جل جلالہٗ نے اس وہم کو بھی دور کیا کہ زکوٰۃ ہم نے اضافے کیلئے تم پر لازم کی ہے کبھی بھی زکوٰۃ کی وجہ سے مال کم نہیں ہوگا۔ زکوٰۃ کی وجہ سے مال میں برکتیں آجائیں گی اور مال پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گا۔

خالق کائنات جَلَّ جَلالُہٗ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے: آیت ۲۶۱ ہے اللہ تعالیٰ نے ایک غیر محسوس چیز کو حسی چیز کے ساتھ تشبیہ دے کر ہمیں سمجھا دیا کہ کیسے میں زکوٰۃ کی وجہ سے مال میں اضافہ کرتا ہوں اور کیسے برکتیں میسر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ

(پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۶۱)

اُن لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں تو اس کی مثال اُس دانے کی سی ہے جس کو زمین میں کاشت کیا گیا تو اُس نے سات بالیاں اُگائیں۔

وَفِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ اور ہر بالی میں ایک سو دانہ بن گیا۔

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ یہ خود تم کاشت کرتے ہو تم دیکھتے ہو ایک بیج کاشت کیا تھا اُس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانہ موجود تھا ایک دانے کو سات دانوں میں تبدیل ہوتا تم نے خود دیکھ لیا۔ یہ تمہارے مشاہدہ کی بات ہے

پھر فرمایا: وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ

صرف یہ ہی نہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ جس کیلئے چاہتا ہے اس کی نیکی کو پروان چڑھاتا ہے اور اس کو دوگنا کر دیتا ہے اور نشو ونما دیتا ہے تو مطلب یہ تھا کہ یہ نہ سوچو کہ ہم مال دیں گے تو ہمیں کوئی نقصان ہو جائے گا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے اتنا فائدہ ہو گا کہ بندہ اُس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ خالق کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ کس قدر اضافہ فرمانے والا ہے۔

چونکہ یہ موضوع نہایت طویل ہے اگر اس کے اسرار و رموز پر گفتگو کریں تو وہ کئی گھنٹوں کی بحث ہے اور اگر ان کی وعیدوں کو بیان کریں جو شرعی طور پر ہیں تو وہ بھی مشکل موضوع ہے اور اس کے ساتھ اس کی برکات کو بیان کریں تو وہ بھی ایک مستقل موضوع ہے لیکن آج کا جو بالخصوص ہماری گفتگو کا موضوع ہے وہ زکوٰۃ کے مسائل ہیں

زکوٰۃ کے بھی تمام مسائل ایک نشست میں بیان نہیں ہو سکتے تو ہم اس کا ایسا ضابطہ و قانون سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کریں گے کہ جس سے اکثر مسائل کا حل ہمیں معلوم ہو جائے۔ باقی جزوی طور پر جو مسائل ہیں اس کے بڑے طویل ابواب میں بند ہیں

بہرحال یہ ماہ رمضان المبارک کا زرخیز موسم ہے ہم اس میں ان شاء اللہ تھوڑا سا پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی پروان چڑھائے گا اور اس پر کئی مسائل کا پھل مرتب ہو جائے گا

سب سے پہلے لفظ زکوٰہ میں غور کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کے معانی کیا ہیں؟

عربی زبان میں زکوٰۃ دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ لفظ زکوٰۃ کا معنی

طہارت بھی ہے اور لفظ زکوٰۃ کا معنی نشو ونما پانا بھی ہے۔

تو مطلب یہ ہے کہ جس وقت کوئی شخص زکوٰۃ دیتا ہے تو اُس کے مال کو طہارت مل جاتی ہے۔ اُس کے مال کو پاکیزگی مل جاتی ہے اور ایسے ہی جس وقت وہ زکوٰۃ دیتا ہے تو اُس کا مال پھر بڑھتا ہے چونکہ خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَ يُرْبِي الصَّدَقَاتِ (پارہ ۳، سورہ البقرہ، آیت ۲۷۶)

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو پروان چڑھاتا ہے۔

تو اس واسطے یہ زکوٰۃ کا لفظ ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنی طرف سے برکتیں شامل فرمانے والا ہے۔

زکوٰۃ کی شرعی تعریف:

تَمْلِيْكُ جُزْءِ مَالٍ مَّخْصُوْصٍ عَنْ مَّالٍ مَخْصُوْصٍ

لِشَخْصٍ مَخْصُوْصٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى

(مراقی الفلاح، ص ۱۲۱، الدر المختار ۲/۲، الفقہ الاسلامی ۳/ ۱۷۸۸)

مال کی مخصوص جزو کو کسی کے ملک میں دینا

مِنْ مَّالٍ مَّخْصُوْصٍ جو خاص قسم کے مال سے حصہ حاصل کیا گیا ہو

لِشَخْصٍ مَّخْصُوْصٍ معین شخص کو دینا

لِلّٰهِ تَعَالٰى اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے

تو اس میں ایک بات تو یہ ہے کہ ہر مال سے زکوٰۃ نہیں وہ خاص مال ہیں جن میں زکوٰۃ ہے وہ مال مخصوص ہے۔

پھر مال مخصوص سے جز و مخصوص اُس کا ایک معین حصہ ہے۔ یہ نہیں کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم سارا مال زکوٰۃ کی حیثیت سے دے دیں۔ لیکن اگر وہ ہاں کوئی صدقہ کرتا ہے تو اُس کی اپنی ایک نیکی کی طرف رغبت ہے اور ایک شوق ہے لیکن شریعت نے

چالیسواں حصہ لازم کیا تو یہ مال مخصوص کا معین حصہ ہے۔ پھر یہ مال کس کو دینا ہے۔

لِشَخْصٍ مَّخْصُوْصٍ یہ بھی نہیں کہ جو بھی سامنے آئے اُسی کو زکوٰۃ دے دو۔

اُس شخص میں خاص شرائط موجود ہوں تو پھر اُس کو زکوٰۃ دی جا سکے گی ورنہ اُس کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکے گی۔

اسی تعریف پر ہم گفتگو کو انشاء اللہ آگے بڑھائیں گے اور اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔ سب سے پہلے ہے لفظ تملیک ہے۔ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ''تملیک اور اباحت میں فرق'' کیا ہے؟

تملیک:

اس کا معنی ہے مالک بنانا' اگر زکوٰۃ کا کسی فقیر کو مالک نہیں بنایا تو اُس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی چونکہ قرآن مجید میں ہے:

اٰتُوا الزَّکٰوۃَ

اس آیت میں اٰتُوْا اِیْتَاءٌ سے ہے۔ ایتاء کا معنی ہے کسی کو دے دینا۔ لہذا زکوٰۃ کے اندر سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ جو چیز آپ زکوٰۃ میں دینا چاہتے ہیں اُس کا مستحق کو مالک بنا دیا جائے۔ اگر مالک نہیں بنایا جائے گا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اب اس کے لئے وضاحت سے یہ سن لیں۔ ایک ہے لفظ ''اباحت'' اور ایک ہے ''تملیک''

اباحت:

اباحت یہ ہے کہ کسی کے استفادے کو جائز قرار دینا۔ مثلاً آپ نے زکوٰۃ کے پیسوں کا کھانا پکا دیا اور اپنے گھر میں فقراء کو بلا کے ان کو کہا کہ یہ کھالو۔ اب یہ اباحت ہے۔ اُن کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ جتنا کھانا چاہیں کھالیں۔ ساتھ اٹھا کر نہیں لے جا سکتے۔

تملیک:

تملیک کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو چاہیں کریں اُن کے وہ چیز ملک کر دی

جائے۔ ہینڈ اُوَر کر دی جائے تو وہ تملیک ہو گی۔ اس سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص اس طرح زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے کہ وہ خود کھانا پکا کے پھر وہ کھانا دستر خواں پہ رکھ دیتا ہے پھر فقراء کو بلا کے کھانا کھلا دیتا ہے تو وہ اس کو سمجھتا ہے کہ میں نے زکوٰۃ ادا کر دی تو اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوئی۔ یہ اباحت تو ہے کہ آپ نے فقراء کیلئے وہ کھانا مباح قرار دے دیا کہ میری اجازت ہے تم کھا سکتے ہو لیکن ساتھ اٹھا کے لے جا نہیں سکتے۔ مگر زکوٰۃ کیلئے مالک بنانا ضروری ہے یا تو یہ ہے کہ کھانا اُن کے ہاتھ میں تھما کر اُن کے ملک کر دو پھر وہ کھانا لے جائیں۔

جس طرح کہ کوئی بندہ زکوٰۃ کے روپوں سے کپڑے خریدتا ہے اور فقراء کے سپرد کر دیتا ہے تو پھر بھی تملیک پائی جاتی ہے۔ لہٰذا تملیک کا پایا جانا ضروری ہے اگر تملیک نہیں محض اباحت ہے تو اس شکل کے اندر زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہو گی۔

اس میں جب یہ بات سامنے آئی کہ تملیک ضروری ہے تو یہ بھی پتہ چلا کہ جس کو مالک بنایا جا رہا ہے اُس میں قبضہ کرنے کی صلاحیت موجود ہو اور وہ سوجھ بوجھ رکھتا ہو اور وہ سمجھدار ہو تو اس سے پتہ چلا اگر کوئی شخص مجنوں کے ہاتھ میں پیسے دے دیتا ہے تو زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہو گی۔ اس واسطے کہ مجنوں میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں کہ وہ قبضہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور اُس کو پتہ ہو کہ اسے محفوظ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ بچہ جو بالغ بھی نہیں ہوا اور قریب البلوغ بھی نہیں ہوا وہ سمجھدار نہیں ہوا تو اُس کو بھی جب زکوٰۃ دیں گے تو تملیک والا وصف بھی وہاں موجود نہیں ہو گا۔

یہاں صرف ایسی شکل میں زکوٰۃ ادا ہو گی کہ اس مجنوں اور بچے کا کوئی وارث ہے جو ان کی طرف سے قبول کر رہا ہو تو پھر حکماً تملیک پائی جائے گی اور اس شکل میں زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی۔ ورنہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہو گی تو زکوٰۃ میں اگلے کو مالک بنا دینا ضروری ہے۔

اس کے ساتھ دوسری بات یہ ہے ''جزء مال'' کہ جس چیز کا کسی کو مالک بنایا جا رہا ہو وہ مال کی جز ہو منافع کی جز نہ ہو۔ مثال:

ایک شخص فقیر کو ایک سال کیلئے اپنا مکان دے دیتا ہے کہ تم اس میں رہائش رکھو اور نیت یہ ہے کہ میری اس سے زکوٰۃ نکل جائے تو اس سے زکوٰۃ نہیں نکلے گی کیونکہ زکوٰۃ میں یہ ہے کہ اگلے کو منفعت کا مالک نہ بنایا جائے بلکہ مال کا مالک بنایا جائے تو یہاں پر اُس کو جب ایک سال کیلئے بلڈنگ دی گئی تو اُس کو منفعت کا مالک بنایا جا رہا ہے کہ اس کا فائدہ تم حاصل کر سکتے ہو۔ وہ جزو مال نہیں ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی تب ہو گی جب اُس میں تملیک ہو اور جس چیز کی تملیک ہے وہ منفعت نہ ہو بلکہ وہ مال ہو تو پھر اُس میں زکوٰۃ کی ادائیگی ہو سکے گی۔ اس کے بعد یہ ہے:

مَالِ مَخْصُوْصٍ

جس مال سے زکوٰۃ نکالنی ہے وہ مال بھی معین ہو۔ ہر حال میں شریعت کے لحاظ سے زکوٰۃ نہیں ہے۔ چند اموال ہیں کہ بندہ جب اُن کا مالک ہو تو پھر بندے پر زکوٰۃ دینا لازم ہو جاتا ہے۔

اُس کے لحاظ سے ابتدائی طور پر تو تین قسمیں تھیں۔

اب اس میں مزید کچھ تفصیل آ گئی ہے

(۱) پہلی قسم: سونا چاندی

ہر وہ چیز جس میں ثمنیت موجود ہے اُس میں زکوٰۃ ہے۔ شرط ثمنیت سونے چاندی میں ہے۔ ایک ہے ثمن جو خلقتاً ثمن ہے اور ایک ہے جو اصطلاحی طور پر ہے۔ خلقتاً ثمن سونا چاندی ہے اور اصطلاحاً ہمارے ملک کا روپیہ ہے۔ ہر ملک کی کرنسی ہے یہ کاغذی نوٹ اس میں خلقتاً ثمنیت نہیں۔ سونے چاندی میں خلقتاً ہے ہر ملک میں اُس کے قانون کے مطابق اصطلاح اور عرف کے مطابق ہو یا اس کے بعد پرائز بانڈ یا اس

طرح کی مختلف صورتیں آ گئیں ہیں۔ یہ چیزیں ہیں کہ ان کا نصاب ابھی ہم بیان کریں گے۔ اتنی مقدار میں ایسا مال موجود ہو تو زکوٰۃ دینا لازم ہو جائے گا۔

(۲) مال تجارت

مال تجارت میں بھی زکوٰۃ ہے۔

(۳) مال بہائم

وہ جانور کہ جن میں شرط سوم پائی جائے شرط سوم کا مطلب یہ ہے کہ وہ سال کا اکثر حصہ خود چر کر گزارہ کریں۔ اُن کا مالک نہ انہیں چارہ ڈالے نہ انہیں پانی پلائے جس طرح کہ بیلوں کے اندر جانور ہوتے ہیں۔ کم از کم چھ مہینے اور ایک دن ایسا اُن کا گزرے تو پھر ایسے جانوروں کی ایک لمٹ ہے کہ چالیس بکریاں ہوں تو ان میں سے ایک بکری دینا لازم ہو جائے گی۔

ہمارے ہاں جو جانور لوگوں نے گھروں میں رکھے ہوئے ہیں یا ڈیروں پر جن کو خود چارہ ڈالتے ہیں ان تمام قسم کے اموال میں جو تجارت کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں اُن سب کے اندر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ اُن سب کی زکوٰۃ معاف ہے۔ شریعت مطہرہ میں ابتدائی طور پر یہ تین قسمیں ہیں۔

سامان تجارت خواہ کسی طرح کا ہو اُس میں اور کوئی چیز بھی پیش نظر نہیں رکھی جائی گی، جو بھی کسی نے خریدتے وقت تجارت کی نیت سے خریدا۔ اپنے استعمال کیلئے نہیں محض تجارت کیلئے خریدا، خواہ وہ کوئی گاڑی ہو، خواہ وہ کوئی پلاٹ ہو، وہ خواہ کوئی مشین ہو، کوئی چیز بھی جس کو بنیت تجارت خریدا گیا ہے۔ اُس کی قیمت نصاب تک اگر پہنچ جائے گی تو اُس میں بھی زکوٰۃ دینا لازم ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ گھر کا سامان ہے فرنیچر ہے اور مختلف قسم کی چیزیں جو اُس کی ضرورت سے زائد بھی ہیں لیکن اُس نے بطور تجارت اُن کو نہیں رکھا ہوا۔ وہ ویسے گھر

میں موجود ہیں۔ اگر چہ وہ کئی لاکھ کا فرنیچر ہے تو ایسی تمام چیزوں پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ وہ بہت سے برتن جو گھر میں پڑے ہوئے ہیں اور کپڑے اُس کی ضرورت سے زائد ہیں مگر اُس نے کوئی چیز بنیت تجارت نہیں خریدی اُن کو استعمال کیلئے خریدا تھا۔ اگر چہ کبھی استعمال کا موقع نہ ملے تو ایسی تمام چیزوں کے اندر زکوٰۃ نہیں۔

زکوٰۃ صرف سونے اور چاندی میں ہے اور ان کے قائم مقام جو نوٹ ہیں کرنسی ہے۔ اس کے بعد سامان تجارت ہے اور سامان تجارت کے بعد وہ مویشی ہیں بکری، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ یہ سال کا اکثر حصہ چر کر گزارہ کرتے ہوں۔ اپنے نصاب کے مطابق ان میں زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ اس کے علاوہ اگر چہ وہ لفظ زکوٰۃ اُس پر نہیں بولا جاتا لیکن وہ بھی ایک مالی حق ہے۔ یعنی معدنیات پر۔ اگر کسی کی زمین کے اندر کوئی جاہلیت کے زمانے کا کوئی ذخیرہ دفن تھا اور وہ نکل آیا تو اُس میں بھی بندے پر خمس دینا لازم ہے اور ایسے ہی اگر اُس کی زمین میں کسی چیز کی کان نکل آئی ہے تو پھر بھی اُس کے لحاظ سے خمس ہوگا اور اس کے علاوہ جو زمین کی پیداوار ہے اُس میں سے عشر دیا جائے گا یہ بھی ایک مالی فریضہ ہے۔

لیکن اس وقت ہمارا موضوع لفظ زکوٰۃ کے لحاظ سے ہے۔ یہ خاص طور پر ان اقسام میں بند رہے گا جو مالی طور پر حق دیتے ہوئے جس پر زکوٰۃ کا اطلاق کرتے ہیں۔

سونے چاندی کا نصاب:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سونے کا نصاب بیان کیا تو فرمایا ''وہ بیس مثقال ہے اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے''۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۱۸۳۳، دار الفکر جلد ۱)

بیس مثقال 7/1/2 ساڑھے سات تولے سونا بنتا ہے۔

200 سو درھم چاندی 52/1/2 ساڑھے باون تولے بنتی ہے۔

اگر گرام کے لحاظ سے دیکھیں تو ساڑھے سات تولے گراموں کے لحاظ سے 80.479 گرام بنتے ہیں اور 200 دو سو درہم چاندی یعنی ساڑھے باون تولے چاندی گراموں کے لحاظ سے 612.35 گرام بنتے ہیں۔ یہ گراموں کے لحاظ سے وزن ہے۔ ویسے تو تولے کے لحاظ سے ہمارے ہاں سونے چاندی کا نصاب رائج ہے سونے میں ساڑھے سات تولے اور چاندی میں ساڑھے باون تولے یہ شرعی نصاب ہے۔

اب اس میں مالدار ہونے کے لحاظ سے جس کو نصاب بنایا گیا وہ چاندی کا نصاب ہے۔ فقراء کے بھلے کیلئے اور یہ شریعت مطہرہ کا ہر دور میں قانون رہا ہے کہ وہ نصاب لیا جائے جو جلد بن جائے۔ اگر آج ہم سونے کا نصاب لاگو کریں

تو پھر یہ مطلب ہوگا کہ جس بندے کے پاس 7/1/2 ساڑھے سات تولے کی قیمت لاگو کریں تو پھر یہ مطلب ہوگا کہ جس بندے کے پاس 7/1/2 ساڑھے سات تولے کی قیمت کے برابر پیسے ہیں یا اس کے برابر سامان تجارت ہے تو اُس پر زکوٰۃ ہے اور اُس سے کم پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اُس سے فقراء کا بہت سا حق مارا جائے گا۔

اس واسطے شریعت نے نصاب وہ لیا ہے جو جلد بن جائے وہ نصاب چاندی کا نصاب ہے۔ اب اس کو تم توجہ سے سننا اور پھر اپنی مالی حیثیت کو پرکھنا ہر ایک پر لازم ہے۔

عمومی طور پر بہت سے لوگ نماز کا اہتمام کر جاتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے مگر زکوٰۃ کو بھول جاتے ہیں حالانکہ بار بار قرآن مجید:

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (پارہ نمبر ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۴۳)

دونوں کو اکٹھا بیان کیا گیا ہے۔ دونوں کی فرضیت ایک جیسی ہے۔ تو ہمیں نصاب کے لحاظ سے اپنے مال کو چیک کر کے سال کے بعد اُس کی زکوٰۃ ضرور دینی ہو

گی۔ ورنہ فرضیت کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مجرم قرار پائے گا۔

غنی اور مالدار کون ہے؟

شرعی طور پر اُس کو غنی اور مالدار کہا جاتا ہے کہ جس کے پاس سال کے اوّل اور آخر میں اُسی کی ضروریات اصلیہ سے زائد ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت موجود تھی۔ ساڑھے باون تولے چاندی خود تھی یا اس کی قیمت کے بابر پیسے تھے یا اتنا سامان تجارت تھا۔ اس شخص کو شریعت کی زبان میں غنی اور مالدار کہا جاتا ہے کہ جس پر زکوٰۃ دینا فرض ہو چکا ہے۔

52/1/2 تولے چاندی کی قیمت آج کے ریٹ کے لحاظ سے 8663 روپے بنتی ہے تو اب خلاصہ یہ ہوا کہ جس شخص کے پاس اپنی ضروریات اصلیہ سے زائد سال کے آغاز میں ۸ ہزار ۶ سو ۶۳ روپے تھے۔ اگر چہ سال کے دوران یہ کم بھی ہو گئے لیکن سال مکمل ہونے سے پہلے پہلے 8663 روپے اگر آ چکے ہیں تو اس شخص پہ زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ بندہ چالیسواں حصہ زکوٰۃ کی شکل میں ادا کرے گا۔ پورا سال اُس کے پاس اتنی رقم کا ہونا ضروری نہیں کہ ہر وقت اُس کے پاس اتنے پیسے موجود ہوں۔

صرف سال کے آغاز میں اور اختتام پر اگر یہ صورتحال ہے تو وہ بندہ صاحب نصاب ہے۔ وہ بندہ غنی اور مالدار ہے اس کے پاس جو رقم موجود ہے یہ بھی ہو سکتا ہے۔ 8663 رقم اُس کے پاس سال کے شروع میں موجود تھی۔ سال کے آخر میں بیس ہزار ہو گئی ہے۔ تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ زکوٰۃ تو اب ساڑھے آٹھ ہزار کی دے نہیں جب شروع میں وہ صاحب نصاب تھا۔ سال کے آخر میں اب جتنی بڑھ جائے گی سب میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے گا۔ اگر اب ایک لاکھ ہو گئی ہے تو اُس کا بھی چالیسواں حصہ دیا جائے گا۔ یہ حولان حول کا معنی ہے کہ اُس کے پاس سال کے شروع میں نصاب کے مطابق مال تھا۔ آخر سال میں بھی صاحب نصاب تھا تو اب اُس کو پورے سال کے

لحاظ سے مالدار سمجھا جائے گا اور سال گزرنے کے بعد اُس کے پاس جتنی بھی رقم ضروریات اصلیہ سے زائد ہے۔ اُس پر اُس کو زکوٰۃ دینا لازم ہو جائے گی ایسے ہی جس کے پاس سامان تجارت اتنا ہے۔

8663 روپے کا سودا اُس کی دوکان میں ہے اور وہ اُس کی ضرورت سے زائد اُس کے خرچے سے زائد ہے۔ اُس کے بچوں کے کپڑے اور فیسوں اور اسی طرح کی چیزوں سے اُس کی قیمت زائد تھی پھر اُس پر سال گزرتا رہا۔ اگرچہ سال میں اَپ ڈاؤن کا معاملہ بھی جاری رہا لیکن سال کے آخر میں جب اتنی رقم اُس کے پاس ہے تو کم از کم اُس پر زکوٰۃ لاگو ہو گی۔ اُس کے سامان تجارت میں اُس کی چاندی میں یا اُس کے پیسوں کے اندر اور اگر اُس کے پاس نصاب کے مطابق نہیں اُس سے کم ہے تو اُس پر زکوٰۃ نہیں ہے لیکن اگر کچھ چاندی اُس کے پاس موجود ہے تو پھر سونے کو چاندی شمار کیا جائے گا۔ اُس کے پاس اگر ایک تولہ چاندی ہے اور چار تولے سونا ہے اگر سونا 7/1/2 تولے ہوتا تو زکوٰۃ لازم آتی۔ لیکن تھوڑی سی چاندی بھی سونے کو چاندی بنا دیتی ہے تو ایک تولے چاندی کے ہونے کی وجہ سے چار تولے سونے کو دیکھیں گے کہ اس سے چاندی 52/1/2 تولے آسکتی ہے تو اب ایک تولا پہلا اور سونے کی شکل میں جو چاندی ہے سب کو شمار کر کے نصاب بنا دیا جائے گا لیکن اگر اُس کے پاس چاندی نہیں تو پھر سونا اپنے پورے نصاب کو پہنچے گا تو زکوٰۃ ہو گی۔ ورنہ اُس کی زکوٰۃ نہیں ہو گی۔

تو یہ مشترکہ معاملہ ہے پیسے کا سامان تجارت کا اور چاندی کا یہ نصاب ہے اور یہ معیار ہے اس کو سامنے رکھ کے ہر بندے نے اپنے معاملے کو چیک کرنا ہے کہ زکوٰۃ مجھ پر فرض ہے کہ نہیں ہے۔ جس کے اتنے پیسے ضرورت اصلیہ سے زائد تھے تو وہ مالدار ہے اُس کو اپنے اعمال کی زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی۔

سال کا جو میں ذکر کر رہا ہوں تو شریعت میں کوئی معین مہینہ نہیں کہ جس میں

زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اگر اُس میں ادا کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔ آگے پیچھے ہو تو قضاء ہو جاتی ہے۔ شریعت کے لحاظ سے ایسی کوئی تعیین نہیں۔

انسان اپنا ایک وقت خود معین کر سکتا ہے کہ اُس نے رمضان کو معیار بنایا ہوا ہے کہ اس سال رمضان میں دیتا ہوں۔ آئندہ سال بھی رمضان کی چار تاریخ کو دوں گا یہ سال کا مطلب ہے جو بندہ نے خود معیار بنا رکھا ہے۔

اُس تاریخ کو ضرورت سے زائد اتنے پیسے موجود تھے۔ اگرچہ سال کے دوران اُس سے کم بھی ہو گئے پھر جب وہ تاریخ آئی تو اتنے پیسے ہی موجود تھے یا اس سے زائد تھے تو جتنے اُس کے پاس زائد کی شکل میں بھی اُس کے پاس موجود ہونگے۔ سب میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ کی شکل میں ادا کرنا پڑے گا۔

فرضیت زکوٰۃ کی شرائط:

فرضیت زکوٰۃ کی کل ۱۰ شرائط ہیں۔ (فتح القدیر ا/۴۸۲، ۴۸۱)

یہ دس شرائط بندے میں جو دینے والا ہے اور مال میں دس شرائط موجود ہونگی تو پھر اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ ورنہ اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔ ایسے ہی کچھ شرائط اس بندے کیلئے بھی ہیں جس کو زکوٰۃ دینی ہے۔ وہ شرائط اُس میں پائی جائیں گی تو پھر اُس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے ورنہ اُس کیلئے زکوٰۃ کا پیسا لینا حرام ہے۔

فرضیت زکوٰۃ کیلئے شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پہلی شرط: ''حریّت''

سب سے پہلی شرط فرضیت زکوٰۃ کیلئے ''حریّت'' ہے کہ وہ بندہ آزاد ہو، غلام نہ ہو تو اس لحاظ آج کسی کو کوئی الجھن نہیں۔ وہ غلام جس کو شرعی طور پر عبد کہا جاتا ہے اور اُس کے مختلف احکام ہیں۔ آج وہ موجود نہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارے آزاد

ہی آزاد ہیں اور اس شرط کے لحاظ سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں اب یہ شرط موجود نہ ہو۔

(۲) دوسری شرط: ''اسلام'' ہے۔

فرضیت زکوٰۃ کیلئے مومن و مسلمان ہونا ضروری ہے۔ کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اس واسطے سب سے پہلے اُس سے کلمہ کا تقاضا ہے کہ وہ کلمہ اسلام پڑھے۔ اُس کے بعد کسی عبادت کی اُس کی طرف نسبت ہوگی۔ اب نماز کا فریضہ فرض نہیں، اُس پہ اسلام لانا فرض ہے۔ وہ پہلے اسلام لائے گا پھر وہ نماز کا مکلّف ہوگا ایسے ہی زکوٰۃ کیلئے پہلے بندہ کلمہ گو ہوگا، کلمہ پڑھے گا تو اس کے لحاظ سے زکوٰۃ فرض ہو جائے گی جب وہ صاحب نصاب ہوگا۔

(۳) تیسری شرط: ''بلوغ'' ہے۔

فرضیت زکوٰۃ کیلئے تیسری شرط بالغ ہونا ہے اگر کوئی بچہ ہے تو اُس کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ ایسے ہوتا ہے کہ بچوں کی بڑی بڑی جاگیریں ہوتی ہیں، چھوٹی عمر میں اُن کے سپرد کر دی جاتی ہیں یا ورثے میں اُن کو مل جاتی ہے تو صبی کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ جب وہ بالغ ہو جائے گا تو پھر اُس کے مال میں زکوٰۃ فرض ہوگی۔

(۴) چوتھی شرط: ''عاقل'' ہے۔

صحت زکوٰۃ کیلئے چوتھی شرط عاقل ہونا ہے۔ مجنون کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ایک شخص پاگل ہے، مجنون ہے، اگرچہ وہ کروڑ پتی ہو اُس کے پیسے میں اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ عاقل ہوگا تو پھر اُس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

(۵) پانچویں شرط: ''مال مشروط''

اس کے بعد ہے کہ اُس مال کے اندر شرائط ہوں کہ وہ زکوٰۃ کے وجوب والا مال ہو جس طرح کہ ابھی میں نے ذکر کیا وہ مختلف اقسام سونے چاندی ثمن کے لحاظ

سے سامان تجارت کے لحاظ سے گھر کا جو فرنیچر ہے وہ مال تو ہے لیکن اُس میں زکوٰۃ کے وجود والی شرط موجود نہیں۔

ایسے ہی انسان کے کئی سوٹ ہیں حالانکہ شریعت میں حاجت کیلئے دو سوٹ کافی ہیں۔ایک گرمی کا سوٹ اور دوسرا سردی کا سوٹ ہو۔اس کے علاوہ کپڑے حاجت سے تو زائد ہیں مگر نصاب زکوٰۃ میں اُس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ مالدار بنانے کے لحاظ سے۔لیکن مستحق ہونے کے لحاظ سے ضرورت سے زائد چیزوں کو بھی شمار کیا جائیگا ابھی بعد میں اُس کا بیان ہوگا۔

زکوٰۃ جس پر واجب ہو رہی ہے اس کی زکوٰۃ میں گھر کی زائد چیزیں جو ضرورت سے زائد ہیں پھر اُن کو تجارت کی نیت سے نہیں خریدا گیا ہو تو اُنکو نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا۔گھر کے فرنیچر، برتن اور گھر کی مختلف چیزیں جو ضرورت سے زائد ہیں اُن کو جمع کر کے نصاب بنا کر بندے پر زکوٰۃ لازم نہیں کی جائے گی لیکن فقیر ہونے کیلئے اُن چیزوں کو بھی دیکھا جائے گا۔

(۶) چھٹی شرط: ''مال نصاب کو پہنچ جائے''

فرضیت زکوٰۃ کیلئے شرط یہ ہے کہ مال نصاب کو پہنچ جائے، تھوڑا ہوگا تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔نصاب کے مطابق ہو یعنی 52/1/2 تولے چاندی کی قیمت تک پہنچ جائے یا خود اتنی چاندی موجود ہو یا اتنا سامان تجارت ہو تو پھر اُس پہ زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔

(۷) ساتویں شرط: ''مِلک تام'' ہو۔

اگر کسی شخص کے پاس کوئی چیز تو ہے مگر اُس بندے کا اُس چیز پر ملک مکمل نہیں من وجہ ملکیت ہے یعنی ناقص ملک ہے تو اُس پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔زکوٰۃ اُس پر ہوگی جس کو مال پر ملک تام حاصل ہو۔

(۸) آٹھویں شرط: ''حولان حول'' ہے۔

فرضیت زکوٰۃ کیلئے حولان حول شرط ہے۔ سال گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ آغاز میں صاحب نصاب ہو اور جس سال کو اُس نے معین کر رکھا ہے اُس سال کے آخر میں بھی وہ صاحب نصاب ہو۔ اگر چہ ایک مہینہ پہلے کچھ نئی رقم اُس میں شامل ہو گئی ہے۔

لیکن جب وہ آغاز میں صاحب نصاب تھا تو سمجھا جائے گا کہ اس پر بھی سال گزر چکا ہے جو چند دن پہلے رقم اُس میں شامل ہو گی تو اُس وقت مجموع پر اُس کو زکوٰۃ دینا لازم ہو جائے گا۔

(۹) نویں شرط: ''مال قرض سے پاک ہو''۔

ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے ضرورت سے زائد تو ہیں لیکن اُس نے پندرہ ہزار قرض دینا ہے تو اب اگر چہ اُس کے پاس مال پایا گیا مگر اُس پہ زکوٰۃ فرض نہیں ہو گی۔ اس واسطے کہ پہلے قرض کو دیکھا جائے گا۔ قرض سے جو رقم بچے گی وہ نصاب میں شمار ہو گی اور اگر قرض سے زائد نہیں بچتا تو پھر وہ نصاب شمار نہیں ہو گا۔ قرض کے متعلق چند ضروری باتیں:

قرض سے مراد کیا ہے؟

قرض سے مراد یہ ہے کہ وہ جہت عباد کے لحاظ سے ہو بندوں کے لحاظ سے ہو اگر چہ وہ حقوق اللہ میں ہے لیکن جہت عباد کے لحاظ سے جو قرض ہے۔ وہ زکوٰۃ سے مانع ہو گا جو قرض جہت عباد کے لحاظ سے نہیں ہے وہ قرض مانع نہیں ہو گا اس کو ذرہ آپ توجہ سے سمجھیں۔ اب ایک شخص نے کسی بندے کے پیسے دینے ہیں تو اس وجہ سے اُس کو مقروض سمجھا جائے گا۔ اس وجہ سے اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہو گی لیکن ایک شخص شریعت کا مقروض ہے۔ حج فرض تھا اُس نے ابھی تک کیا نہیں۔ اُس نے کوئی نذر مانی تھی وہ اس نے ادا نہیں کی۔ اُس نے کفارہ دینا تھا وہ ابھی اُس کے ذمہ قرض رہتا ہے۔ یہ پیسے جو اس کے پاس اکٹھے ہوئے اتنے تو حج میں خرچ ہو سکتے ہیں تو اس قرض کو قرض نہیں سمجھا

جائے گا۔ اُس نے جو حج میں تاخیر کی ہوئی ہے تو اُس کے ذمے حج قرض ہے کہ وہ حج کرے یا اُس نے نذر کوئی ایسی مانی ہوئی ہے جو اُس نے ادا نہیں کی تو اب اُس کے پاس جو پیسہ اکٹھا ہو گیا ہم کہیں کہ ابھی تو اس نے حج بھی کرنا ہے۔ لہذا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہو گی تو یہ بات درست نہیں۔ اس میں یہ قرض جو شرعی طور پر ہے حج کی ادائیگی والا یہ زکوٰۃ کی فرضیت سے مانع نہیں ہے۔

لیکن جو قرض عباد کے لحاظ سے ہے وہ مانع ہو جائے گا اور اگر چہ اُن میں من جہۃ اللہ بھی ہو مثال کے طور پر:

زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے لیکن ایک شخص نے زکوٰۃ دینی ہے تو پہلے یہ سمجھا جائے گا اس کا یہ پیسہ زکوٰۃ کیلئے ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد بچتا ہے تو پھر اگلے سال کا نصاب بنے گا۔ تو یہ زکوٰۃ بھی چونکہ خرچ آگے بندوں پر ہو گی تو اس کو بھی بندوں کا حق سمجھا جا رہا ہے۔ یہ بندوں کے لحاظ سے قرض ہے جو زکوٰۃ کی ادائیگی اُس کے ذمے تھی۔ اب باقی ہے یہ بھی بندوں کے لحاظ سے قرض ہے اور اس کے علاوہ جو کسی کا اُس نے ویسے ہی دینا ہو تو وہ بھی بندوں کے لحاظ سے قرض ہے۔ ان قرضوں کو مانع زکوٰۃ سمجھا جائے گا۔ ایسے قرض کی موجودگی نصاب نہیں بنے گا۔ اس سے زائد ہو گا تو نصاب بنے گا لیکن جو قرض اس طرح کا ہے کہ اس نے ابھی حج کرنا ہے تو یہ قرض شرعی طور پر وجوب زکوٰۃ کو نہیں روکے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی بندے پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو جائے گی۔

- آج بہت سے لوگوں نے اس شق کو ناجائز استعمال کر رکھا ہے۔ وہ دس کروڑ کی فیکٹری کا مالک ہے لیکن زکوٰۃ کیوں نہیں دیتا۔ کہتا ہے میں مقروض ہوں۔ دس کروڑ کی فیکٹری لگائی اور اُس نے بیس کروڑ مزید قرض لے لیا۔ ساری زندگی اسی طرح ہی گزار رہا ہے۔ اتنا بڑا صاحب حیثیت ہونے کے باوجود بھی مقروض بھی رہتا ہے اور کہتا

ہے کہ زکوٰۃ تب دوں اب میرے پاس ایک کروڑ سرمایہ تو ہے مگر میں نے دو کروڑ قرض دینا ہے جس سے مجھ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

یہ اس شق کا ایک ناجائز استعمال ہوگا۔ اصل قرض کو بھی دیکھنا ہے کہ اس نے یہ قرض لیا کس شوق میں ہے۔ کیا اس کی حاجت اصلیہ تھی کیا کوئی مجبوری تھی۔ جس کیلئے اُس نے قرض لیا اب اُس کی ادائیگی باقی ہے۔

تو یہ بات بڑی قابل غور ہے، محض اس کو غلط استعمال کرتے ہوئے کوئی بندہ ساری عمر زکوٰۃ سے فرار اختیار نہ کرے۔ اُس کو اپنی حیثیت کا اندازہ کرنا چاہیئے اور ایسے قرض سے ضرور بچنا چاہیئے۔ ایسے قرض سے بچ کر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔ خواہ مخواہ اتنے مال کے باوجود بھی ساری عمر ڈیفالٹر ہی قرار پایا رہے۔

حکومت کی طرف سے بھی اور فقیروں کی طرف سے بھی تو کوئی اچھا اور مستحسن طریقہ نہیں ہوگا۔ قرض والی شکل میں بھی یہ پیش نظر رکھا جائے کہ قرض جو اس نے ادا کرنا ہے وہ کس مجبوری کی بناء پر اُس کو لینا پڑا تھا۔ کیا واقعی شرعی طور پر اُس کی مجبوری تھی کہ جب اُس نے وہ قرض لیا تو ایسی صورت کے اندر جو قرض ہوگا اس قرض کو منہا کیا جائے گا۔ اُس سے زائد خالی رقم اگر بچے گی تو اُس پر زکوٰۃ دینا لازم ہوگا اگر وہ نصاب کو پہنچے گی۔

(۱۰) دسویں شرط: ''مال حاجت اصلیہ سے زائد ہو'' ہے۔

فرضیت زکوٰۃ کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس کا مال اور پیسہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو تو پھر زکوٰۃ ہوگی۔ اگر زائد نہیں ہے تو پھر زکوٰۃ لازم نہیں آئے گی۔

مثال:

ایک شخص کے پاس سال کے آغاز میں دس ہزار روپیہ تو ہے مگر اسی سے اُس نے چار بچوں کو نفقہ بھی دینا ہے۔ اس نے ان چیزوں کو بھی خریدنا ہے جس شعبے میں وہ کام کرتا ہے یا اُس نے گزارے کے مطابق سواری خریدنی ہے یا اُس نے اپنا مکان بنانا

تو یہ ساری چیزیں حاجات اصلیہ میں سے ہیں۔

اس حاجت اصلیہ سے جو چیز زائد ہوگی اُس کو شمار کیا جائے گا۔ اُس کے لحاظ سے جب وہ صاحب نصاب ہوگا تو اُس پر زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔

حاجات اصلیہ میں بھی شرعی طور پر اُس کو یہ توازن رکھنا پڑے گا کہ حاجت اصلیہ ہے کتنی؟

حاجت اصلیہ کی مقدار:

حاجت اصلیہ کے لحاظ سے بندے کو توازن رکھنا پڑے گا۔ مثلاً: اگر اس کا گزارہ دو مرلے کے مکان میں بھی ہوسکتا ہے تو وہ ساری زندگی پیسے اکٹھے کرتا رہے کہ میں ایک ایکڑ کی کوٹھی بنانا چاہتا ہوں اور ابھی مجھ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی کیونکہ میرا مکان نہیں ہے۔ تو یہ صورتحال بھی درست نہیں ہوگی۔ اس میں بھی اس کو تناسب کے لحاظ جو موزونیت ہے اُس کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ وہ اپنی حاجت کو بھی دیکھے، اپنے اخراجات کو دیکھے۔ اُس کے لحاظ سے بندہ اس شق کو استعمال کرے تو یہ وہ دس شرائط ہیں جن کے پائے جانے سے زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

صحت اداءِ زکوٰۃ ادا کرنے کی شرائط:

(الدر المختار ۲/۴، ۱۴، ۱۵۔ فتح القدیر ۱/۴۹۳) صحت ادا کے لحاظ سے دو شرطیں ہیں۔

(۱) نیت (۲) تملیک

زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور دو شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) پہلی شرط:

''زکوٰۃ کی ادائیگی میں نیت ادائیگی کے ساتھ ملی ہوئی ہو'' ہے۔ زکوٰۃ کی

ادائیگی کے لحاظ سے پہلی شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت نیت مقصل ہو۔

حقیقتاً یا حکماً

جب آپ زکوٰۃ دے رہے ہیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ نیت مقارن ہو یا حقیقی طور پر یا حکمی طور پر۔

حقیقی طور پر نیت کا مقارن و متصل ہونے کا مطلب:

حقیقی طور پر نیت کا ادائیگی کے ساتھ متصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے فقیر کو پیسے دیئے تو نیت ذہن میں حاضر ہے۔ لفظوں میں بولنا ضروری نہیں ہے بلکہ ذہن میں یہ ارادہ ہو کہ میں یہ زکوٰۃ کے پیسے دے رہا ہوں۔ اس میں ادائیگی کے ساتھ نیت حقیقتاً مقارن ہے، ملی ہوئی ہے۔

حکمی طور پر نیت کا ادائیگی کے ساتھ مقارن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے حساب کیا تو زکوٰۃ کو جدا کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔ اُس وقت آپ نے یہ نیت کر لی تھی کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے۔ اب وہاں سے اٹھا کر فقیر کو دیتے وقت اگر زکوٰۃ کی نیت نہ بھی ہو پھر بھی وہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اس واسطے کہ اس میں حکماً نیت موجود ہے۔ اُس کو جب علیحدہ کر کے رکھا گیا تو اُس میں زکوٰۃ کی نیت تھی۔ آگے ادائیگی کے وقت نیت ہو یا نہ ہو لیکن اس شرط میں ایک قابل غور بات یہ ہے۔ جب نیت زکوٰۃ سے پیشہ جدا کیا لیکن اُس نے فقیر کو نہیں دیا کہ وہ چوری ہو گیا تو اب وہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ وہ زکوٰۃ اُس بندے کو نئے سرے سے ادا کرنا پڑے گی۔

ایسے ہی اُس نے کسی شخص کو وکیل بنایا تھا تو اُس نے وکیل کو پیسے دیئے جاؤ میری طرف سے اُس کو زکوٰۃ ادا کر دو۔ اگر چہ فقیر کو جب وکیل دے رہا ہے تو اُس بندے کو پتہ ہی نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کس کو دے رہا ہے۔ تو اس میں بھی نیت ادائیگی کے ساتھ حکماً مقارن ہے۔ جب آپ نے وکیل کو وہ پیسے دیئے تو اُس وقت

آپ نے جونیت کی تو وہ نیت معتبر ہے۔ نیت کی تنفید مالی کے ساتھ حکماً ہو جائے گی۔

وکیل کی تعریف:

ہر وہ بندہ جس کو آپ نے پیسے دیئے کہ جاؤ تم اس کو میری طرف سے دے آؤ، تو یہ وکیل ہے اور وکیل سے بیرسٹر وغیرہ مراد نہیں ہے۔ اس معاملے میں شرعی لحاظ سے یہ پہلو بھی بڑا احساس ہے، آج کے حالات کے لحاظ سے کہ بنک جس وقت زکوٰۃ دیتے ہیں تو بنک سے زکوٰۃ ادا کرنے والے کو نہ تو کسی نے وکیل بنایا اور نہ ہی وہ اصیل ہے۔ اصیل اس لئے نہیں کہ پیسہ اُس کا نہیں۔ وہ پیسہ کسی اور کا ہے اور وکیل اس لئے نہیں کہ اُسے کسی نے کہا ہی نہیں کہ تم جاؤ اور میری طرف سے زکوٰۃ ادا کرو۔ بندے کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ خود ادا کی جا رہی ہے تو اُس کو شرعی طور پر زکوٰۃ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ اپنا ایک فنڈ کاٹ رہئیے ابھی اس بندے کو زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔

اس بندے پر لازم ہے کہ وہ اب زکوٰۃ ادا کرے اور وہ ادائیگی تملیک کے لحاظ سے ہو کہ آگے وہ زکوٰۃ جس کو دی جائے اُس کو مالک بنا دیا جائے یا آگے کوئی نگران یا وکیل ہو جو آگے وہ قبول کر رہا ہے اور وہ غرباء پہ خرچ کرے گا۔

اور اُن غرباء میں بھی خاص شرائط ہیں۔ ورنہ ہسپتال میں اور اِدھر اُدھر یوں زکوٰۃ دینا رائیگاں ہو جائے گا۔ اس میں بھی اس پہلو کو سامنے رکھنا لازم ہے۔ ایک تو خود زکوٰۃ دے رہا ہو یا وکیل سے دلوا رہا ہو اپنی طرف سے کسی کو معین کر کے آگے جو زکوٰۃ وصول کر رہا ہے کسی ہاسپٹل کا جو نگران ہے یا کسی مدرسہ کا یا اور کسی ادارے کا نگران ہے یا جو سماج کی مختلف چیزیں ہیں باقاعدہ اُس بندہ پر لازم ہے کہ زکوٰۃ لے کر کسی فقیر کو دے اور اُس کے بعد اگر فقیر کی ادائیگی ہو گئی تو پھر اُس کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اُس کے مختلف شعبوں میں تعمیرات کیلئے یا تنخواہوں میں یا مختلف صورتوں میں اُس کو استعمال کیا جا

سکتا ہے، ورنہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔ اُس بندے پر جس نے زکوٰۃ دی پھر بھی اُس پر برقرار رہے گی۔

(۲) دوسری شرط: "زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے تملیک" ہے۔

دوسری شرط تملیک ہے زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت بھی ہو اور تملیک بھی ہو، بچے کو اور مجنوں کو ایسا پیسہ دیا گیا تو زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔ اس واسطے کہ تملیک والا وصف پورا نہیں پایا گیا۔

"مصارف زکوٰۃ"

زکوٰۃ کے مصارف کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا:

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ ہے۔ خالق کائنات فرماتا ہے

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّكَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

(پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۶۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "صدقات کس کیلئے ہے؟"

(۱) فقراء (۲) مساکین

(۳) زکوٰۃ کو اکٹھا کرنے والے (۴) نومسلم کی تالیف قلبی کیلئے

(۵) غلاموں کو آزاد کرنے میں (۶) مقروض کا قرض اتارنے کیلئے

(۷) غازی ومجاہد (۸) مسافر

قرآن مجید میں یہ آٹھ مصارف ہیں جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ الآن میں آج تالیف قلوب والا مصرف جو ہے اس کو ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ نومسلم کو مصارف میں سے ایک مصرف سمجھا جائے۔ ہاں اگر ویسے آپ تعاون کرنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

''ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں''

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ ذمی وہ ہے جو غیر مسلم ہمارے ملک میں پناہ لئے ہوئے ہو۔ اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں۔ اس واسطے یہ حقوق مالی میں جس معنویت کی بنیاد پر اس کو رکھا ہے۔ ذمی میں وہ تقاضے نہیں پائے جاتے اور بالکل آج ہمارے ملک میں تو ذمی نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ جو غیر مسلم ہمارے ملک میں رہ رہے ہیں۔ یہ ذمی نہیں بلکہ یہ تو ہم پہ حکمران بنے ہوئے ہیں تو دیگر صدقات میں گنجائش تھی کہ ذمی کو دیا جائے لیکن موجودہ صورتحال کے لحاظ سے جو شرعی مسئلہ سمجھ آ رہا ہے ان کو کسی طرح کا کوئی فنڈ نہیں دینا چاہیئے۔ یہ ہر وقت ہمارے خلاف اور اسلام کے خلاف شر پسندی میں مصروف رہتے ہیں اور بالخصوص این جی اوز کا آلہ کار بن کے ہمارے ملک کے امن و آشتی کو بھی برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بالخصوص اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہر وقت شجر اسلام کو کاٹنے کیلئے معاذ اللہ آریاں چلا رہے ہیں۔ ایسے لوگ ذمی نہیں ہوتے۔ ذمی کیلئے لازم ہوتا ہے کہ وہ ہر جگہ اُس کا فرق واضح ہو اور اس کو علیحدہ کپڑے پہنائے جائیں اور گلی میں چلتے ہوئے بھی پتہ چلے کہ یہ غیر مسلم ہے اور ذمی ہے۔ پھر اُس نے کسی طرح بھی بانئ اسلام حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے خلاف کسی قسم کا کوئی پراپیگنڈہ نہ کیا ہو۔ کوئی شخص ایک بار بھی اسلام کے خلاف آواز کھولے گا تو اُس کو حربی قرار دیا جائے گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بار گستاخی کرے گا تو واجب القتل ہو جائے گا اور اُس کے ذمی ہونے کی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لحاظ سے سب سے بہترین مصرف فقیر اور مسکین ہے۔

''فقیر اور مسکین کی تعریف کا جاننا ضروری ہے''

عرف عام میں آج ہر شخص ہی زکوٰۃ لینے کیلئے نکلا ہوا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مجھے زکوٰۃ مل جائے پھر لوگ زکوٰۃ دے بھی دیتے ہیں اور اس میں بھی تحقیق نہیں کرتے جس کو ہم دے رہے ہیں کیا یہ مستحق بھی ہے یا کہ نہیں ہے۔ جس طرح نماز پڑھتے وقت یہ ضروری تھا کہ یہ دیکھیں کیا ظہر کا وقت بھی ہوا ہے کہ نہیں یا کہ ویسے ہی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ ظہر کا وقت شروع نہ ہوا اور وہ سجدہ کر رہا ہو تو اس کا کیا فائدہ ہوگا۔ اس طرح وہ زکوٰۃ جس کو دینا چاہتا ہے وہ مستحق زکوٰۃ ہی نہیں۔ اُس کے بارے میں کھوج ہی نہیں لگاتا۔ وہ دیکھتا ہی نہیں تو یہ اس بندے کی اپنی کمزوری ہے۔ ہوسکتا ہے اس کا سارا دیا ہوا رائیگاں چلا جائے۔

فقیر و مسکین کون؟

شرعی طور پر وہ بندہ فقیر و مسکین اور مستحق زکوٰۃ ہے۔ اگر چہ وہ صحیح البدن اور تندرست ہو لیکن اُس کے پاس گھر میں ضرورت اصلیہ سے زائد ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر کوئی چیز بھی موجود نہیں یا اتنا پیسہ اُس کے پاس موجود نہیں۔ وہ بندہ فقیر اور مسکین اور وہ شرعی طور پر زکوٰۃ کا مستحق ہوگا۔

ایک شخص کی ضروریات اصلیہ دو سوٹ ہیں اور گھر کے جتنے فرد اتنی چار پائیاں اتنے گلاس اور اتنے برتن اس سے زائد جس فقیر کے گھر میں برتنوں کے کچھ سیٹ پڑے ہیں یا اُس کے گھر میں ضرورت سے زائد کوئی موٹر سائیکل ہے۔ کوئی ضرورت سے زائد فریج ہے۔ چار پائیاں ضرورت سے زائد ہیں۔ فرنیچر ضرورت سے زائد ہے۔ کپڑے ضرورت سے زائد ہیں اُن ساری چیزوں کا ریٹ لگایا جائے گا اُن ساری چیزوں کو شمار کیا جائے گا۔ اگر اُس کے گھر میں اُس کی ضرورت سے زائد جو چیزیں ہیں اُن کی قیمت 8663 روپے بنتی ہے تو اُس شخص پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ وہ شرعی طور پر فقیر و مسکین نہیں ہے۔ اگر چہ اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کر آگے کسی کو دے

۔فرضیت زکوٰۃ میں زائد چیزیں شمار نہیں ہوں گی لیکن فقیر بننے کیلئے ان کو شمار کیا جائے گا۔
اُس کے گھر میں ضرورت سے زائد جو گھڑی ہے۔ضرورت سے زائد جو برتن ہیں۔ضرورت سے زائد کوئی مشین پڑی ہے۔ضرورت سے زائد کوئی چیز گھر میں موجود ہے۔تو اُن سب کو ملا کر قیمت لگائی جائے گی۔اگر وہ 8663 روپے تک اُس مال کی قیمت پہنچ جائے تو اُس کو شریعت فقیر نہیں کہتی۔وہ مسکین نہیں ہے وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے اگر وہ زکوٰۃ لے گا تو خود جہنمی بنے گا کہ اُس نے غیروں کا حق مارا ہے اور اگر دینے والے نے تدبر ہی نہیں کیا تو اُس کو بھی خسارا ہوگا۔ہاں یہ ضروری نہیں کہ وہ فقیر کا ساری زندگی گھر دیکھنے میں گزار دے اور اُس کی کھوج لگاتا رہے۔لیکن مناسب سی کوشش تو کرے کچھ اُس کے بارے میں جاننے کے بعد کہ یہ واقعی مستحق ہے بھی یا نہیں۔تو جس وقت وہ مستحق زکوٰۃ پایا جائے گا۔اگر ضرورت اصلیہ سے زائد کوئی چیز ہے کوئی برتن گھر میں پڑے ہیں ہمارے گھروں میں سینکڑوں چیزیں آج ضروریات اصلیہ سے زائد ہیں اگر کسی فقیر کے گھر میں کپڑے ہی شمار کرلو' بستر جو گرمی سردی کے ہیں ضرورت سے زائد وہ شمار کرلو' گھڑیاں دیکھ لو اور مختلف برتن دیکھ لو تو ایسی چیزیں 8663 روپے تک ضرور پہنچ جائیں گی۔

تو بہت کم ہے کہ بندہ شرعی طور پر مستحق زکوٰۃ ہو تو یہ بات بھی پیش نظر ہونی چاہیئے اور ایسے شرائط والے شخص کو زکوٰۃ دینی چاہیئے۔

زکوٰۃ میں ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ زکوٰۃ سادات کو نہیں دی جاسکتی یہ اُن کی عظمت کی وجہ سے ہے۔ایسے ہی بندہ نہ اپنے اصول کو زکوٰۃ دے سکتا ہے' نہ اپنے فروع کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔اصول کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کو دادا کو پردادا کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا فروع کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بیٹے کو پوتے کو پڑپوتے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا ان اصول اور فروع کے لحاظ سے زکوٰۃ دینا ناجائز ہے۔

ایسے ہی عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی اور خاوند اپنی عورت کو نہیں

دے سکتا لیکن اس کے علاوہ کچھ رشتے ایسے ہیں کہ جہاں پر زکوٰۃ دی جائے تو وہاں پر کوئی حرج نہیں بلکہ بہت اچھا ہے۔

پہلے اپنے رشتہ داروں میں خاندان میں جو مستحق زکوٰۃ لوگ ہیں اُن کو تلاش کر کے اُن کو زکوٰۃ دی جائے تو اس سلسلے میں بندے کا بھائی اگر فقیر ہے، بہن فقیرہ ہے۔ واقعی وہ مستحق ہیں تو زکوٰۃ اُن کو دی جاسکتی ہے۔

اپنی پھوپھی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ اپنی خالہ کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ خالو کو بھی دے سکتا ہے۔ اصول وفروع کے لحاظ سے زکوٰۃ دینا ناجائز ہے لیکن اسکے علاوہ جو رشتہ داریاں ہیں اگر وہ واقعی مستحق نہیں تو ان کو زکوٰۃ دی جائے گی بلکہ اس سلسلے میں حدیث شریف میں یہاں تک آیا ہے کہ:

اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ هِيَ لِذِي الرَّحِمِ اِثْنَتَانِ

(الفقہ الاسلامی ۳/۱۹۷۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مسکین کو دو گے تو ایک زکوٰۃ ہے اور اگر وہ فقیر تمہارا رشتہ دار بھی ہے تو پھر ڈبل زکوٰۃ ہے۔ پھر تمہیں دہرا اجر مل جائے گا ایک صلہ رحمی کا اجر اور دوسرا زکوٰۃ کا اجر مل جائے گا۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ زکوٰۃ اپنے مال کی دے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہو جائے گا۔ مال ایک بوجھ ہے یہ ایک کثافت ہے۔ اس میں بڑے فتنے فساد ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے یہ محفوظ ہو جاتا ہے پھر انسان کا مال ناجائز جگہ پہ خرچ نہیں ہوتا اور وہ فتنوں میں اور مختلف بیماریوں میں نہیں پھنستا۔

اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کو یہ اعزاز دے گا کہ اُس کو کثیر ثواب عطا فرمائے گا اور وہ جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اُن کی مذمت کی گئی۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۳۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو لوگ سونا چاندی اکٹھا کرتے ہیں اور وہ اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے اے میرے محبوب علیہ السلام اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ

وہ قیامت کا دن کہ جس دن سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔

فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ (پارہ ۱۰، سورہ التوبہ، آیت ۳۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ سونا چاندی گرم کر کے اُس کے ماتھے پہ لگایا جائے گا اور اُن کے پہلو داغ دیئے جائیں گے اور وہ پیٹھوں پہ لگایا جائے گا اور پھر اُن سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جو تم بچا کے رکھتے تھے۔ اب تم اس کا ذائقہ لو جو تم خزانہ اکٹھا کرتے تھے اتنی ہلاکتیں ہوں گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "وہ مال سانپ بن جائے گا اور بندے کے گلے میں لٹک جائے گا اور اُس کے بڑے بڑے جبڑے ہوں گے جب وہ گنجا سانپ اُس کو ڈسے گا اور پھر وہ کہے گا:

اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الزکوٰۃ، فصل اوّل ص ۱۵۵)

میں ہوں تیرا سونا اور میں ہوں تیری چاندی اور میں ہوں تیرا پیسہ جو تو زکوٰۃ سے بچا کے رکھتا تھا۔ اب پیارا مال جب اتنی تکلیف دے گا تو اُس وقت بندے کے درد کی حیثیت کیا ہوگی۔ آج ہمیں اس فرضیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے مال سے فقیروں کا حق ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ